

ایک سوشل خانے، ایک سوجام اور ایک سو پچاس پل اس نے تعمیر کروائے۔ علاوہ انہیں اس نے دوسو شہر اور اور بستیاں تعمیر کروائیں اور دہلی کے ارد گرد بارہ سوباغات لگوائے۔

حکمران کا قیام:

سلاطین دہلی کے دور میں عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے دیوان قضا کے نام سے ایک الگ محکمہ قائم کیا گیا۔ جس کا آفیسر اعلیٰ صدر الصدور ہوتا تھا۔ اسے قاضی القضاۃ کے تمام فرائض سرانجام دینے پڑتے تھے۔ وہ شہری اور صوبائی قاضیوں کے فیصلوں کی اپیلیں سنتا تھا اور اس کے فیصلے کے خلاف اپیل سلطان کے دربار میں کی جاسکتی تھی اس دور میں تمام فیصلے شریعت کے اور اسلامی قانون کے تحت کئے جاتے تھے اس لئے صدر الصدور یا قاضی القضاۃ کے لئے جید عالم ہونا اور فقہیہ ہونا ضروری تھا۔ ریاست کے تمام معاملات میں قاضیوں کا تقرر خود صدر الصدور کرتا تھا اور وہ دیوان قضا کے ماتحت ہوتے تھے۔ انتظامیہ کے حکام کے خلاف شکایات بھی اسی عدالت میں سنی جاتی تھیں، عدالت کے فیصلوں کے نفاذ کے لئے الگ آفیسر مقرر تھا جس کو امیر داد کہتے تھے۔

مذہبی رواداری:

مسلمانوں سے قبل کئی اقوام مختلف مذاہب لے کر پاک و ہند میں داخل ہوئیں مگر یہاں آتے ہی انہوں نے اپنی جداگانہ حیثیت کو ہدی اور ہندومت کا حصہ بن گئیں مگر اسلام ایسا مذہب تھا کہ جس نے نہ صرف اپنی حیثیت کو برقرار رکھا بلکہ اپنی تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے بہت سے ہندوؤں کو اسلام لانے پر راغب کر دیا۔ اسلام کی صدائے حق جہاں بھی گئی۔ مقامی مذہبی افکار و ادہام اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ مسلمانوں کی روادارانہ تعلیمات اور انسانی مساوات کے نظام کو دیکھتے ہوئے ہندوؤں میں بھگتی تحریک نے جنم لیا۔ اس طرح ہندوؤں نے اللہ کی وحدانیت تسلیم کر لی۔ سلاطین دہلی کے دور میں کسی بھی غیر مسلم کو زبردستی مسلم نہیں بنایا گیا۔ محلی ذات کے ہندوؤں نے جوق در جوق اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا۔

عہد مغلیہ

سیر الدین بابر بانی مغل بادشاہی:

1526ء میں ظہیر الدین بابر نے ہندوستان کے سلطان ابراہیم لودھی کو پانی پت کے میدان میں شکست دے کر مغلیہ حکمرانی کا

غاز کیا۔

چودھویں صدی عیسوی کے دوران ایشیا اور یورپ میں ہر جگہ مضبوط مرکزی حکومتیں قائم ہوئیں۔ برصغیر میں بھی خلجی اور تغلق حکمران کی حکومتیں اسی دور کی پیداوار ہیں مگر پندرہویں (15ویں) صدی عیسوی میں مشرق و مغرب دونوں میں لامرکزیت اور عدم استحکام کے رجحانات نے جنم لیا۔ برصغیر میں دہلی کی حکومت کی مرکزیت کا خاتمہ ہو گیا۔ تمام ملک چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستوں و حکومتوں میں تقسیم ہو یا جب بابر نے برصغیر پر حملے شروع کئے تو اس وقت طوائف الملوک کا دور دورہ تھا سولہویں صدی عیسوی کے دوران ایشیا اور یورپ کے مختلف ممالک میں دوبارہ مرکزی حکومتیں قائم ہو گئیں اسی صدی میں بابر نے برصغیر میں مغلیہ حکومت کی بنیاد رکھی۔

عہد زریں (Golden Age):

مشہور مورخ خانی خان کے مطابق شاہ جہان ہندوستان کا وہ فرمانروا تھا جس کا عہد زریں مغل دور کا فتنہ بے کمال تھا جس میں بڑی شان و شوکت سے بادشاہت کی مگر جس کا ابتدائی دور شدید کشمکش میں اور دہشت لورڈی میں گزرا اور جس کا انجام انتہائی عبرتناک ہوا۔ تاج محل کا بنی اور ہندوستان میں مغل تہذیب کا روشن مینار تھا۔

اور نگزیب کی وسعت حکومت:

اسی طرح اور نگزیب کا شمار برصغیر پاک و ہند کے عظیم المرتبت حکمرانوں میں ہوتا ہے اس کے عہد میں مغلیہ سلطنت وسعت پائی کے لحاظ سے عروج پر پہنچی۔ دو غزنی سے چنگام اور کشمیر سے کرناٹک تک پھیلی ہوئی تھی۔ دوسرے لفظوں میں آج کل کا پورا برصغیر مغلیہ حکومت کے ماتحت تھا۔

خوشحالی اور ترقی:

شاہ جہان کا دور حکومت مغلیہ حکومت کا سنہری دور حکومت کہلاتا ہے۔ اس عہد میں خوشحالی اور امن و امان کا دورہ تھا نظام سلطنت نہایت عمدہ تھا۔ بادشاہ کی برادرا نہ پالیسی کی وجہ سے ہندو مسلم رعایا امن و چین سے زندگی بسر کر رہی تھی۔ ملک سیاسی طور پر مستحکم اور مضبوط تھا۔ ان کا عہد آسودگی اور خوشحالی کا عہد تھا۔ رعایا خوشحال اور آسودہ تھی ملکی تجارت ترقی پر تھی خاص طور پر شاہ جہان کے ایک انجینئر اور منصب دار علی مردان خان نے ملک میں نہروں کا جال بچھا کر زراعت کو بہت ترقی دی۔ ان کے دور میں کاشتکار لوگ ہر لحاظ سے فارغ البال اور آسودہ حال تھے۔ زراعت کی ترقی کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے ادوار میں جو صوبوں سے مالیہ اکٹھا ہوتا تھا وہ تقریباً پینتالیس کروڑ پہنچ گیا تھا۔ ایشیا خور و نوش کی نہ صرف فراوانی تھی بلکہ ارزانی بھی تھی ملک کا خزانہ دولت سے بھرا رہتا تھا۔ بادشاہ سرکاری تقریبات پر کھلے دل سے دولت پانی کی طرح بہاتا تھا اور خزانے میں کمی نہ آتی تھی۔

1206ء تا 1526ء دہلی کے سلاطین کا دور حکومت ہے اور اس سے آگے مغلیہ شہنشاہیت کا آغاز ہے۔ اسلامی دور حکومت کا انتہائی دور مغل حکمرانوں کا دور تھا یہ دور حکومت 1526ء سے شروع ہوا اور 1858ء تک جاری رہا۔

دور عروج کے مغل بادشاہ (Greater Mughals)

- | | |
|-----------|-------------------------------------|
| 1526-1530 | 1- ظہیر الدین بابر |
| 1530-1556 | 2- نصیر الدین محمد ہمایوں |
| 1556-1605 | 3- جلال الدین محمد اکبر |
| 1605-1627 | 4- نور الدین محمد جہانگیر |
| 1627-1658 | 5- شہاب الدین محمد شاہ جہان |
| 1658-1707 | 6- محمد الدین محمد اورنگزیب عالمگیر |

آکبر کی اصل حالت:

مغل حکومت کی اصل بنیاد اکبر اعظم نے رکھی۔

ہمارے جب برصغیر میں مغل حکومت کی بنیاد ڈالی تو وہ اپنے ساتھ مسلم تہذیب کی تمام روایات بھی لایا۔ مغل حکومت میں وہ مذہبی اور دنیاوی امور دونوں کا پاک و ہند میں داخل ہوتے رہے اور ان میں انتظام حکومت میں اہم عہدے عطا ہوتے رہے۔ جن سے برصغیر کا تہذیبی رنگ کے ساتھ فنی رابطہ قائم رہا۔ مغلوں کا انتظام مسلم روایات اور پاک و ہند کے قدیم طرز حکومت کی خصوصیات کا حسین امتزاج تھا۔ مغل حکومت کی تنظیم نو کا سربراہ اکبر کے مرہبے۔ اس نے ایسا ایک اعلیٰ انتظام اور متوازن انتظام حکومت قائم کیا جو اس کے جانشینوں کے عہد تک قائم رہا۔ اس سے انتظام سلطنت ہوا۔ اکبر اعظم کا انتظام حکومت پوری دنیا میں سب سے منفرد ثابت ہوا۔ اس کا منصب داری انتظام اب تک بیا کو چکا ہے۔

مغلوں کے انتظام سلطنت کے دو حصے تھے۔ مرکزی اور صوبائی۔

شہنشاہ:

سب سے اوپر شہنشاہ خود ہوتا تھا۔ یہ سلطان کی بجائے شہنشاہ تھا۔ یہ مغل شہنشاہ انتظامیہ کا سربراہ تھا۔ اس کی کوئی باقاعدہ مجلس مشاورت تھی۔ بادشاہ کے بعد وزیر یعنی دیوان سب سے بڑا عہدیدار تھا، جبکہ دوسرے عہدیدار کسی بھی لحاظ سے کم نہ تھے لیکن اس کے ہم پایہ نہ تھے۔ وہ بلا شک و شبہ اس سے کمتر تھے۔ مغل بادشاہ کو دو ہر اکروادار کرنا پڑتا تھا۔ اسے اپنی مملکت میں تمام لوگوں پر بادشاہ کی حیثیت میں نصرت کرنا پڑتی تھی اور ساتھ ہی دین کے مبلغ محافظ اور گماشتے کی حیثیت سے فرائض سرانجام دینے پڑتے تھے۔ اسلامی حکومت کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے وہ اللہ پاک اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وارضہ وسلم کے نافذ کردہ احکام کا پابند ہوتا تھا۔ صبح سویرن کے طلوع ہونے کے بعد جھروکے میں آجاتا اور عوام کو اپنی زیارت سے مشرف کرتا، اس کو ”درشن“ کہتے تھے کچھ لوگ تو ایسے ہی ہوتے تھے کہ جب تک بادشاہ کا درشن نہ کر لیتے کھانا پینا جائز نہ سمجھتے تھے۔

بہر حال مغل حکومت کی مرکزی حکومت کی انتظامیہ کے اہم ترین عہدے مندرجہ ذیل ہیں۔ بادشاہ یعنی شہنشاہ کے بعد دوسرا بڑا عہدیدار اعلیٰ تھا۔ یہ وزیر اعظم کی طرح کا عہدہ تھا۔

- ① بادشاہ ② دیوان اعلیٰ ③ خاں سامان ④ میر بخش ⑤ محکمہ عدل کا قاضی القضاۃ ⑥ صدر الصدور ⑦ محتسب
- ⑧ دیوان برید ⑨ دیوان ہدایت ⑩ میر آتش ⑪ داروغہ لیکسال

شاہ مطلق العنان:

مغل بادشاہ فطری اور نظری طور پر مطلق العنان تھے، سکہ پر ان کا نام لکھا جاتا اور خطبہ میں ان کا نام لیا جاتا۔ انتظامیہ، عدلیہ اور فوج کے تمام شعبے ان کے ماتحت ہوتے تھے۔ بادشاہ خود محور تھا اور اس کے گرد تمام نظام گھومتا تھا۔ اس کے ذاتی خیالات، طبعی میلانات اور تمل انتظام سلطنت پر براہ راست اثر انداز ہوتی تھی۔

جانشینی موروثی نہیں:

مغلوں کے ہاں کوئی واضح قانون وراثت نہ تھا۔ عام طور پر باہمی جنگ و جدل کے ذریعے تخت نشینی کا سلسلہ چل گیا ہوتا تھا۔

مصرفیت:

بادشاہ کے شب و روز مصرفیت میں بسر ہوتے۔ تمام انتظامی شعبے اس کی نگرانی میں ہوتے تھے۔ دو صبح سویرے بیدار ہوتا تھا۔ رات کے تک مصرف عمل رہتا۔ بادشاہ اکبر نے ہر کام کے لئے وقت مقرر کیا ہوا تھا جس کے مطابق تمام عہدہ کام کرتا رہا۔

دیوان اعلیٰ یا وزیر:

یہ محکمہ مال کا سربراہ ہوتا تھا۔ حکومت کی آمدنی اور اخراجات کا حساب کتاب اس کے ذمہ تھا۔ وزیر یا "دیوان" بادشاہ کے بعد سب سے بڑا عہدیدار تھا۔ وہ ہمیشہ مالیہ کی وصولی اور تنفیص سے متعلق تمام امور کا تصفیہ کرنے کا مجاز ہوتا تھا۔ وہ صرف نہایت اہم معاملات میں بادشاہ سے مشورہ لیتا تھا اور وہ اکثر خزانے کے بارے میں معلومات فراہم کرتا تھا۔ محکمہ مال کے کاغذات مالیہ، صوبوں اور میدان جنگ میں فوجوں کی جانب سے مراسلات وہی وصول کرتا تھا۔ تمام ادائیگیوں کے احکامات پر اس کے دستخط ضروری تھے غرضیکہ سرکاری خزانے کا محافظ تھا اس کا کام وہی تھا جو موجودہ دور حکومت میں وزیر خزانہ کا ہوتا ہے۔ مغلیہ دور میں یہ دیوان کے نام سے موسوم تھا اور اس کے اہم اختیارات تھے۔

دیوان کے کئی ایک معاون ہوتے تھے جو زیروں کا درجہ رکھتے تھے تمام صوبائی دیوان بھی مرکزی دیوان کے ماتحت تھے۔ اس کا نام وکیل بھی تھا۔ اکبر کے عہد میں وزیر اعلیٰ کو وکیل کہا گیا۔ بعد کے دور میں بھی (وکیل) وزیر اعلیٰ کو کہا جاتا تھا۔ مشہور زمانہ تام بہرام خان اسی عہدے پر فائز تھا۔ اس کے زوال کے بعد اکبر نے اس کے اختیارات دیوان اور میر بخش کی سپرد کر دیئے تھے۔ اس طرح وکیل اور میر بخش دو عہدے کر دیئے گئے۔

میر بخش:

یہ بہت اہم عہدہ تھا اس کے ذمہ تمام فوجی معاملات تھے۔ میر بخش فوج کا سربراہ یعنی عسکری تنخواہ و حسابات کے محکمے کا امپارچ تھا۔ وہ فوج کی بھرتی، اس کے نظم و نسق اور سالانہ سامان کا نگران تھا۔ صوبائی بخش اور قلع نویس اس کے ماتحت کام کرتے تھے۔ میر بخش کو دیوان سپاہ کے تمام اختیارات حاصل تھے۔ اس کا عمل دخل اپنے ہی محکمہ تک محدود نہ تھا۔ دربار میں نظم و ضبط کو قائم رکھنا اور غیر ملکی سفیروں کو بادشاہ کے سپرد کرنا اسی کے ذمہ تھا جس کی وجہ سے اس کے وقار میں اضافہ ہوا اور صوبائی بخش اسی کے ماتحت تھا۔

شہنشاہ کی عدالتی ذمہ داریاں:

مغلیہ دور میں بادشاہ کو ہر معاملے میں اولیت حاصل تھی اور حکومت کے تمام شعبے اس کی ذات کے گرد گھومتے تھے۔ اس لئے منصف اعلیٰ بھی وہی تھا اور نظام عدل میں اس کے اہم فرائض یہ تھے کہ بادشاہ دیوانی اور فوجداری دونوں طرح کے مقدمات کی سماعت کرتا تھا۔

بادشاہ کورٹ آف ایپل کے فرائض بھی انجام دیتا۔
 سزائے موت کا حکم صرف بادشاہ ہی جاری کرتا تھا۔
 عموماً بادشاہ فوجداری مقدمات سنتا تھا اور دیگر مقدمات دوسرے عہدیدار حل کر لیا کرتے تھے۔
 منغل بادشاہ انصاف میں غیر جانبدار تھے۔ اس لئے منغل حکمران انصاف کرنے کو دیگر تمام امور پر فوقیت دیتے تھے۔

قاضی القضاۃ:

یہ مرکز میں اعلیٰ ترین عدالتی افسر تھا اور اس کو بادشاہ کے بعد "عدل" میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ اس کو صدر بھی کہا جاتا تھا۔ تقریباً تمام دیوانی معاملات قاضی القضاۃ کے ماتحت تھے اور صوبوں میں قاضی سارے دیوانی معاملات کا فیصلہ کرتے تھے۔

صدر الصدور:

مذہبی امور، مرکزی محکمہ خیرات، وظائف اور اوقاف کا نگران وزیر صدر الصدور کہلاتا تھا اور یہ امور شریعت کا محافظ اور علماء کا ترجمان ہوتا تھا۔ اسے عوام میں بڑے احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ مسلمانوں کے مذہبی مسائل اسلامی شریعت کے مطابق اور غیر مسلموں کے مذہبی معاملات ان کے اپنے اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کئے جاتے تھے۔

مختب:

مغلیہ دور کے شروع میں یہ عہدہ زیادہ اہمیت کا حامل نہ تھا، بلکہ یہ قاضی القضاۃ کے ماتحت تھا اور نگزیب کے دور میں مختب کا عہدہ بہت زیادہ اہمیت اختیار کر گیا۔ مختب رعایا کو آداب، شائستگی کا پابند رکھنے کے کام پر مامور تھا۔ وہ ان کے اخلاق کی دیکھ بھال کرتا تھا اور جوا، شراب، زنا اور اس قسم کے دوسرے جرائم کا انسداد کرتا تھا۔

دیوان بیوتات:

شہنشاہ کی ذاتی جاگیریں میرسماں کی نگہداشت میں تھیں لیکن دیوان بیوتات میرسماں کے تحت سب محکموں کے مالی معاملات کا ذمہ دار تھا۔ وہ مرنے والوں کے ریکارڈ ان کی دولت و جائیداد کا نگران وزیر تھا۔ یہ دیوان بیوتات کہلاتا تھا۔

دیوان برید:

دیوان برید کے ماتحت داروغہ ڈاک چوکی ہوتے تھے۔ دیوان برید ڈاک اور جاسوسوں کا منظم اعلیٰ ہوتا تھا اس کے کارکن ہر جگہ موجود رہتے تھے۔ قاصدوں اور کاروانوں کے استعمال کے لئے مختلف مقامات پر گھوڑے موجود رہتے تھے۔ یہ قاصد ملک کے ہر حصے سے خبریں لایا کرتے تھے۔ داروغہ ڈاک چوکی، دقائع نویسوں، جاسوسوں اور ہر کاروں کا انچارج ہوتا تھا اور ہر ہفتے خبروں کا خلاصہ دارالحکومت ارسال کرتا تھا۔

میر آتش:

میر آتش ہر قسم کے توپ خانے کا منتظم اعلیٰ ہوتا تھا۔ وہ شاہی محل اور قلعے کی حفاظت کے انتظامات کرتا تھا۔ اس کا بادشاہ سے ذاتی طور پر رابطہ ہوتا تھا۔ اس بنا پر اسے دربار میں بہت اثر و رسوخ حاصل تھا۔

داروغہ نکسال:

شاہی نکسال کا انچارج داروغہ نکسال کے نام سے موسوم تھا۔

خان سامان:

خان سامان یا میر سامان مغلیہ سلطنت کا مرکزی وزیر تھا جس کے ذمہ بادشاہ کی ذاتی جاگیروں، جائیداد اور قلعہ گروں کا کام سنبھالا تھا۔ اس کے علاوہ یہ شاہی خاندان کے افراد کی ضروریات کا بھی سربراہ ہوتا تھا۔ میر سامان مالی امور میں دیوان اعلیٰ کو جواب دہ ہوتا تھا لیکن اپنے مرتبے کے مطابق ہر معاملے کو بادشاہ کے سامنے براہ راست پیش کر سکتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں شہنشاہ کا سارا Household کام سامان کے ماتحت تھا۔

مغلیہ دور کی اہمیت اور خصوصیات

(Importance and Characteristics of Mughal Period)

مستحکم حکومت:

مغلیہ عہد کی سب سے بڑی خصوصیت اس کا استحکام تھا۔ مغلیہ نظام حکومت ایک توازن کے تحت قائم تھا۔ بادشاہ تمام قوت کا منبع تھا اس لئے حکومت کے جملہ افسران اختیارات کے باوجود بھی حکومت کے لئے خطرہ نہ بنتے تھے۔ سلاطین کے دور میں مختلف خانوادوں نے حکومت کی۔ عہد غلاماں، عہد غلجی، عہد تغلق، عہد لودھی اور عہد سادات وغیرہ۔ سب مختلف Dynasties تھیں لیکن مغلوں نے ایک ہی خانوادے کے تحت تقریباً تین سو سال حکمرانی کی۔

مغلیہ دور میں امراء کے لئے ناجائز فوائد اٹھانے کے مواقع ختم ہو گئے اور گورنروں کے لئے صوبوں میں خود مختار حکومت قائم کرنے کی کوئی گنجائش نہ رہی۔

امن و امان اور خوشحالی:

مغلیہ نظام حکومت عدل و انصاف، عوام کی فلاح و بہبود اور رواداری کے اصولوں پر مبنی تھا۔ اس لیے زراعت، تجارت، صنعت و حرفت میں ترقی عوامی خوشحالی کا باعث بنی۔ ہر طرف امن و امان تھا اور پورا برصغیر ہر جہت میں ترقی کر رہا تھا۔ مغلوں کا دور تین سو سال پر محیط رہا۔

استحکام حکومت کی وجہ سے مغلوں کے انتظامی ڈھانچے کو دوام ملا اور ملک و قوم اقتصادی طور پر مستحکم ہوئے اور ان کی ترقی کے لئے مزید راہیں ہموار ہو گئیں۔

علوم و فنون کی ترقی:

فرداغ تعلیم کو مسلمانوں کا ہر طبقہ مذہبی فریضہ سمجھتا تھا۔ مغل دور حکومت میں صاحب علم افراد کی کثیر تعداد اس بات کا ثبوت ہے کہ ملک میں تعلیم عام تھی۔ ابتدائی تعلیم کے مکاتب مساجد کے ساتھ ملحق تھے جہاں بچوں کو مفت تعلیم دی جاتی تھی، حکومت اور امراء کی جانب سے تعلیم کے لئے جاگیریں وقف تھیں معلموں کو عطیات دیئے جاتے تھے اس کے علاوہ صدر الصدور کے فرائض میں تعلیم کو عام کرنا بھی شامل

۱۔ اوقاف کے نظام سے اساتذہ کو تنخواہ دی جاتی تھیں اور طلباء کے لئے وظائف اور ملحق قیام و طعام کا بندوبست کیا جاتا تھا۔ صوفیائے کرام کی خانقاہیں درس و تدریس کا کام سرانجام دیتی تھیں جہاں دینی علوم کے ساتھ ساتھ تمام عصری علوم پڑھائے جاتے تھے۔ بہت سے شہر مدارس کی بنیادوں کی بناء پر مشہور تھے۔

شہنشاہ کی سرپرستی:

مغل شہنشاہ علوم و فنون کے سرپرست تھے اور شہنشاہ کی طرح طبخہ مرا بھی علوم و فنون کا سرپرست تھا۔ مثال کے طور پر عبدالرحیم خان خاناں کی فیاضی اور سیرچشمی کی داستان ابھی تک زبان زد خاص و عام ہے۔ نظیری اور عرفی جیسے بلند پایہ شاعروں نے خان خاناں کے مہلبین میں شمار ہونے کو باعث فخر سمجھا، وہ خود بھی نہایت اعلیٰ پایہ کا زبان دان اور انشا پرداز تھا۔ اس طرح دربار مغلیہ کے دیگر امراء بھی علوم و فنون کے آسان پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔

مختصر یہ کہ مغلیہ دور حکومت کا عروج جو تقریباً پونے دو سال تک جاری رہا۔ اس عہد حکومت میں بے شمار علمی و ادبی کارنامے سرانجام دیئے گئے جس کی وجہ سے مسلمان علمی میدان میں بہت آگے بڑھ گئے۔ علماء کی قدردانی کی گئی لائبریریوں کا اجراء ہوا اور بے شمار لائبریریاں تشکیل دی گئیں مغلیہ دور کے چند اہم علمی کارنامے ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں۔

اہم علمی کارنامے:

- | | | |
|--------------------------------|----------------------|---------------------------------------|
| ① اشاعت علم | ① علماء کی قدردانی | ① خواتین کے لئے تعلیمی اداروں کا قیام |
| ② مختلف علوم کی سرکاری سرپرستی | ② لائبریریوں کا قیام | ② تراجم کتب ① علم طب |
| ③ فتاویٰ عالمگیری | ③ تاریخ نویس | ③ اسلامی تعلیم کی اشاعت و ترویج |

مساجد کے ساتھ مدارس:

مغل دور حکومت میں سرکاری سرپرستی میں مساجد کے ساتھ کتب اور مدارس کھولے گئے جس میں طلباء کو وظائف دیئے جاتے تھے اور علماء اور اساتذہ کی تنخواہیں دی جاتی تھیں۔

تعلیم کا بالکل فری انتظام تھا

تاریخ برصغیر میں کندہ ہے:

”حکومت صدر الصدور کی نگرانی میں عوام کے بچوں کی تعلیم کے لئے مدرسوں کا قیام اور فروغ علم کے لئے بھاری رقوم اور جائگیری وقف کرتی تھی۔“

علماء کی سرپرستی:

مغلیہ دور حکومت میں علماء کی بڑی قدردانی کی جاتی تھی اور ان کو سرکاری خزانے سے وظائف دیئے جاتے تھے۔ علماء کی ایک بڑی تعداد شہنشاہ کے دربار سے منسلک رہتی تھی۔ دربار میں ان علماء کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اس کے علاوہ پنڈتوں کو بھی وظائف سے نوازا جاتا تھا۔ ترک جہانگیری کے اندر لکھا ہے: ”جہانگیری نے از سر نو مسلمان مجسٹریٹ اور جج مقرر کئے اور صدر الصدور ایک ایسا عہدہ تھا جس پر ممتاز علماء عالم مقرر کیا جاتا تھا جو جج کی طرح تمام امور سرانجام دیتا تھا۔“

خواتین میں فروغ تعلیم:

مغلیہ دور میں تعلیم نسواں کا محقول انتظام تھا۔ اکبر نے فتح پور سیکری میں ایک سکول تعلیم نسواں کے لئے قائم کیا۔ گلبدن بیگم نے ایک ایسا انسٹیٹیوٹ قائم کیا جس میں اعلیٰ درجے کی تعلیم نسواں دی جاتی تھی۔ اکبر کی بیگم سلیمی نے بھی فروغ تعلیم

میں نمایاں کارنامے سرانجام دیے۔

علماء دربار میں:

ابولفتح گیلانی، ابوالفضل اور فیضی جیسے علماء دربار کا حصہ تھے۔ مغلیہ دور حکومت میں بے شمار علوم کی سرکاری سرپرستی کی جاتی تھی جس کی وجہ سے علماء اس حد تک دربار سے منسلک ہو گئے تھے کہ انہیں درباری امور میں ملازمت کرنے کا موقع مل گیا۔ اس سے پہلے ہمیشہ دربار سے دور رہتے تھے۔ اب وہ مغلیہ دربار کا باقاعدہ حصہ تھے۔

کتاب خانوں کا قیام:

مغلیہ دور میں بے شمار کتاب خانوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ہمایوں نے دارالمطالعہ کے نام سے ایک لائبریری بنائی جس میں ہزاروں کتابیں موجود تھیں۔ وہ کئی کئی ایام تک لائبریری میں بیٹھا مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ شہنشاہ اکبر کے دور اکبری میں ایک عظیم لائبریری بنائی گئی جس کا ہیڈ شیخ فیضی تھا اس نے بے شمار علماء مقرر کئے تھے جو اس کو مختلف کتب پڑھ کر سنا تے تھے۔ بادشاہ خود کتابیں پڑھ کر سنا رہتا تھا۔

ابوالفضل لکھتا ہے:

”شاید ہی کوئی مستند کتاب ہوگی جو بادشاہ کے سامنے پڑھی نہ گئی ہو۔“
مغلیہ شہزادی زیب النساء نے بھی ایک لائبریری جس میں بے شمار کتب رکھی گئی تھیں، قائم کی تھی۔

ثقافتی یکجہتی (Cultural Unification):

مغلوں کے زمانے میں معاشرے کے دو بڑے حصے تھے۔ اول شہنشاہ اور اس کے بڑے بڑے افسران اور وزراء یہ لوگ انتہائی دولت مند تھے اور حکومت ان ہی لوگوں کے ہاتھ میں تھی۔ دوم متوسط طبقے کے لوگ جو زیادہ تر تاجر اور کفایت شعار تھے اور تیسرے طبقے کے لوگ مثلاً کسان اور کارگر تھے۔ مغلوں کے شاندار انتظامات سلطنت اور ملک میں امن و امان کی بنا پر تینوں طبقات کو ضروریات زندگی با آسانی فراہم ہو جاتی تھیں۔

منوچی کا کہنا ہے:

”تمام چیزوں کی بہتات تھی۔ مثلاً پھل، اناج، دالیں اور سبزی اور روپائی کپڑے یہ چیزیں قحط کے زمانے میں سود مند ثابت نہ ہوئیں لیکن عام حالات میں ان سے لوگوں کی خوشی میاں ہوتی ہے۔“

بادشاہ غیر متعصب:

مغل شہنشاہ عام طور پر متحمل مزاج اور روادار تھے۔ انہوں نے مذہبی تعصب کو بالائے طاق رکھ کر ہندوؤں اور مسلمانوں کے

اسی تعلقات کو ٹھکانا دیا اور وہ ایک دوسرے سے غلوں اور ہمدردی کا برتاؤ کرنے لگے۔ فرقہ پرستوں میں یہی رشتے قائم ہونے لگے۔ ہندو اور مسلمان جرنیلوں اور سپاہیوں نے کئی دہائیوں سے کئی سالوں کے بزرگوں، ولیوں اور مقدس مقامات وغیرہ کی تعمیر کرنے لگے اور مسلمان بھی ہندوؤں کے بزرگوں اور ان کے مقدس مقامات کی عزت کرنے لگے۔ کئی مسلمانوں نے مسکرت اور ہندوؤں کے شاہپاروں کا مطالعہ کیا۔ انہوں نے گیتا اور مسکرت کی دیگر کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ مسلمان شاعروں نے ہندی میں نظمیں لکھ کر خراج تحسین وصول کیا۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک میں ایک نئی تہذیب و تمدن نے جنم لیا جو مذہبی تعصب سے بالاتر تھی۔

اہم تہذیبی کارنامے:

فن تعمیر، خطاطی و مصوری، موسیقی، شعر و شاعری، فن باغبانی میں مغلوں نے عظیم تہذیبی کارنامے سرانجام دیے جس نے برصغیر کو دنیا بھر میں چار چاند لگا دیئے۔

فن تعمیر:

مغلیہ دور حکومت کے اندر فن تعمیر نے بہت عروج حاصل کیا۔ مسلمانوں نے ہندوستان کے اندر محراب، گنبد اور جالیوں والی کھڑکی کو رواج دیا۔ اس عہد حکومت میں عمارات کی تعمیر کے بعد لال پتھر اور سنگ مرمر کا استعمال کیا گیا۔ پرسی براؤن کہتا ہے کہ "عظیم مغلوں کی سلطنت میں برصغیر میں فنون لطیفہ اور تزئین و آرائش کے تاریخ ساز دور کا آغاز ہوا مغلیہ خاندان کے زیر سایہ ہند میں فن تعمیر پر شکوہ ہوا اور ارتقاء کے اعتبار سے منتہائے کمال کو پہنچا۔"

شاہ جہان کا دور مغلیہ فن تعمیر دور کا سنہری دور کہلاتا ہے۔ اس دور میں تعمیر کی جانے والی اہم عمارات مندرجہ ذیل ہیں:-

لاہور کا شاہی قلعہ دہلی کا لال قلعہ تاج محل موتی مسجد دہلی بابر مسجد مقبرہ جہانگیر شاہی قلعہ آگرہ اور گلبرگ عالمگیر نے شاہی مسجد لاہور بنوائی جو اس وقت دنیا کی سب سے بڑی مسجد تھی۔

مصوری اور خطاطی:

ظہیر الدین بابر اعلیٰ پایے کا خوش نویس تھا۔ خط بابر کی نام سے اس نے ایک خط بھی ایجاد کیا تھا۔ بادشاہ اکبر کے دور کے اندر خوش نویسی کی آٹھ اقسام تھیں۔ اکبر کو کمال تعلیق سب سے زیادہ پسند تھا۔ اس نے دربار میں بارہ کاتب رکھے تھے۔ شاہ جہان اور جہانگیر کے دور کے اندر بھی فن خطاطی کو کمالی ترقی ملی۔ شہزادہ عالمگیر بھی ایک بہترین خوش نویس تھا۔ مغل دور کے اندر فن مصوری کو بہت ترقی ملی، بادشاہ اکبر نے نقش انکار کے لے الگ محکمہ قائم کیا۔ ابوالفضل لکھتے ہیں اکبر کے دور میں خوش نویسوں کی تعداد سو سے زیادہ تھی۔ ہمایوں ایران سے واپسی پر ۱۵۷۵ میں میر سید علی اور خاجہ عہد احمد کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ یہ دونوں اس وقت دنیا کے سب سے بڑے مصور ثابت ہوئے۔ (آئین اکبری از ابوالفضل) اکبر ہر مہینہ مصوروں کا کام دیکھتا اور جن کا کام اچھا ہوتا ان کو انعام دیتا۔ جہانگیر بادشاہ بھی فن مصوری کا شوقین تھا۔ یہ فن اس دور میں عروج کو پہنچا۔ تزک جہانگیری میں وہ لکھتا ہے کہ وہ تصویر دیکھ کر مصور کا نام بتا سکتا ہے۔

موسیقی:

اکبر کے دور میں موسیقی بام عروج پر پہنچ گئی۔ اس کے بعد جہانگیر نے موسیقی کی سرپرستی کی۔ اور گلبرگ عالمگیر کے علاوہ تمام

بادشاہ موسیقی کے ولہادہ تھے۔ ظہیر الدین بابر اعلیٰ پائے کا موسیقار تھا۔ اس نے کئی گیت اور دھنیں تیار کی تھیں۔ بادشاہ اکبر کے دور میں بھی موسیقار موجود تھے۔ تان سین اور ہارہ اور اس کے پسندیدہ موسیقار تھے۔

شاہ جہان کے دور میں اس فن نے مزید ترقی کی اور بادشاہ خود اس فن میں ماہر ہو گیا۔ اس نے کئی گیت مرتب کئے۔ لال خاں اس کے دور میں موسیقار تھا۔ یورپی سیاح Willame Finch دربار جہانگیری کے بارے میں لکھتا ہے۔
”سینکڑوں موسیقار اور رقاصائیں اپنے فن کا اظہار کرنے کے لئے خدمت شاہی میں ہمہ وقت موجود رہتی تھیں۔“ شاہ جہان خود بہت اچھا گاتا تھا۔

شعر و شاعری:

ظہیر الدین بابر ترکی اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر گوئی کرتا تھا۔ وہ اعلیٰ پایہ کا شاعر اور ادیب تھا۔ ترکی زبان میں اس کا ایک دیوان بھی موجود ہے۔ ہمایوں خود شاعر تھا اور شعراء کی عزت و تکریم بھی کرتا تھا۔ اکبر کے دور میں امیر الشعراء کا عہدہ پہلی دفعہ قائم ہوا۔ نور جہاں، زیب النساء اعلیٰ درجے کی شاعرہ تھیں۔
اکبری دور میں فیضی سب سے بڑا شاعر تھا خوشحال خان خٹک نے شاہ جہان کی تعریف کی اور انعام حاصل کیا۔ جہانگیر کے دور میں امیر خسرو نے مثنوی تعلق نامہ مکمل کی اور بادشاہ سے چھ ہزار اشرفیاں حاصل کیں۔

مغلیہ باغات:

مغلوں کے دور کے اندر فن باغبانی سائنٹفک طریقہ اختیار کر گیا۔ بابر نے ہندوستان کو خوب صورت بنانے کے لئے دو باغات لگائے، ایک باغ اس کی بیٹی کی ملکیت تھا جس کا نام زہرہ تھا۔ دوسرا باغ دریائے جمن کے کنارے تھا اور اس کا نام رام باغ تھا۔ جہانگیر اور شاہ جہان نے بھی بہت سے باغات لگائے، جن میں لاہور کا شالیمار اور بے پور کے باغات زیادہ اہم ہیں۔ عالمگیر بادشاہ نے بادشاہی مسجد لاہور کے ساتھ ملحق باغ لگایا فن باغبانی کے بارے میں ایک مورخ اے بی ہیول لکھتا ہے۔ ”ہندوستان میں باغات کی منصوبہ بندی اور ان کی مختلف درجوں میں ترتیب و تقسیم مغل حکمرانوں کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔“

ارزانی اور سستی:

گلبہن بیگم کے ”ہمایوں نامہ“ میں اشیاء کا سستے نرخوں کا سرسری طور پر ذکر کیا گیا ہے تاہم ”آئین اکبری“ میں اس دور کے سکوں، تنخواہوں اور قیمتوں کا تفصیلی ذکر ملتا ہے۔ اس سے ہم آسانی سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں، اورنگزیب عالمگیر کے دور میں لوگوں کو سستے نرخوں کے باعث ضروریات زندگی آسانی سے میسر آ جاتی تھیں۔ سارے برصغیر میں ارزانی اور سستی تھی لوگوں کو مہنگائی کا پتہ تک نہ تھا۔
صنعت اور تجارت کا فروغ:

مغلوں کے دور میں صنعت و حرفت اور تجارت نے بہت زیادہ ترقی کی۔ اس زمانے میں ہندوستان کا مال یورپی اور ایشیائی ملکوں میں جاتا رہتا تھا۔ ملک کے بڑے بڑے شہروں میں کپاس، ریشم اور دیگر کئی قسم کے صنعتی کارخانے دن رات کام کرتے تھے۔ ان کارخانوں میں ہزاروں کاریگر اور لاتعداد مزدور کام کرتے تھے۔ جنہیں بہت معقول تنخواہیں ادا کی جاتی تھیں۔ اس طرح مزدور طبقہ کافی خوشحال تھا۔ ملک سے تیار مال قیمتی ملبوسات، ریشم، سوئی کپڑا، قلمی شورو، افیون، مصالحہ جات اور ادویات یورپ اور ایشیا کے مختلف ممالک میں بھیجی جاتی

نہیں۔ ہندوستان کے مغربی ساحل پر واقع سورت بڑی بندرگاہ کے ساتھ ساتھ بہت بڑا تجارتی مرکز بھی تھا۔ ملک میں سفر کرنے والے تہذیبی وادبی لوگوں اور دیگر کاروباری تاجروں کے تحفظ مال و جان کا مکمل انتظام تھا۔ بڑی بڑی شاہراؤں پر ایسی سرکاری تعمیر کردہائی گئی تھیں جو ٹھکانا ہوئی تھیں اور شام ہوتے ہی ان کے دروازے بند ہو جایا کرتے تھے۔ تمام سڑکوں کی مکمل حفاظت کا بندوبست تھا جس کی وجہ سے کاروباری اور تجارت پیشہ لوگ بے خوف و خطر سفر کرتے رہتے تھے۔ اس طرح مغل دور کا امن و امان مثالی تھا۔ جس سے داخلی اور خارجی طور پر مکمل سکون برپا تھا۔ برصغیر کا ہر فرد بظاہری، لسانی، قومی یا نسلی تعصب کے امن و سکون سے زندگی گزارتا تھا۔

دور زوال کے مغل بادشاہ (Later Mughals)

1702-1712	بہادر شاہ وغیرہ
1712-1713	جہاں دار شاہ وغیرہ
1713-1719	فرخ سیر
1719-1719	رفیع الدراجات، رفیع الدولہ
1719-1748	محمد شاہ ونگیلا
1748-1754	احمد شاہ
1754-1759	عالمگیر ثانی
1759-1806	شاہ عالم ثانی
1806-1837	اکبر ثانی
1837-1857	بہادر شاہ ظفر

مغلوں کے زوال کے اسباب

جانشینی کا اصول نہ ہونا:

مغلوں کے زوال کا اگر سب سے بڑا سبب تلاش کیا جائے تو وہ جانشینی کا کوئی اصول نہ ہونا تھا۔ مغلوں کے ہاں تخت نشینی کے سلسلے میں کوئی متعین ضابطہ نہ تھا جس کی رو سے صرف بڑا لڑکا ہی تخت و تاج کا صحیح وارث تصور ہوتا۔ قانون وراثت کی عدم موجودگی کی وجہ سے شاہی خاندان کے جملہ افراد تخت و تاج کو اپنا موروثی حق سمجھتے تھے جس کے حصول کی خاطر ہر مغل شہزادہ قسمت آزمائی کرتا تھا۔ تخت کے منتقلی کے بارے میں تلوار کا فیصلہ آخری فیصلہ سمجھا جاتا تھا۔

اہل بادشاہ:

عظیم مغلوں کو چھوڑ کر یعنی بابر، ہمایوں، اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور درنگزیب کو چھوڑ کر سب نا اہل بادشاہ بنے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انہی اور مطلق العنان حکومت کا دار و مدار حکمران کی اہلیت پر ہوتا ہے۔ بد قسمتی سے اورنگزیب کے تمام جانشین کمزور واقع ہوئے تھے۔

ان تمام صلاحیتوں سے عاری تھی جن کی بنا پر ہار، اکبر، شاہ جہان اور اورنگزیب نہایت کامیاب تھے ان کا جانشین بہادر شاہ عمر کے لحاظ سے تو بوڑھا تھا لیکن انتظامی تجربہ کے لحاظ سے بالکل ناپختہ بلکہ بچہ تھا اور انتظام سلطنت میں نا تجربہ کاری کی بنا پر "شاہ بے خبر" کے نام سے مشہور تھا تاہم اس نے کسی حد تک مغلیہ وقار کو برقرار رکھا لیکن اس کے بعد کے تمام مغل بادشاہ بالکل ہی نا اہل ثابت ہوئے۔

مالی نظام کی کمزوری:

مغلوں کی مالی کمزوری تو شاہ جہاں کی ناکام وسط ایشیا پالیسی سے ہی ظاہر ہو گئی تھی۔ ملکی نظام میں مالیات کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت سے حاصل ہے۔ مغلیہ اقتدار کے آخری دور میں اورنگزیب کے کمزور اور طبعی مدبر جانشینوں کی نااہلی کے باعث مغلیہ سلطنت کا مالی نظام بالکل تباہ و برباد ہو کر رہ گیا تھا۔ مرکز کی کمزوری مالہ کی عدم وصولی، درباری شان و شوکت، جاگیروں اور مناصب کی فیاضانہ تقسیم اور صوبوں کی خود مختاری کی طرف رجحان نے سلطنت کے مالی نظام کو درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا۔

وسعت سلطنت:

بعض مؤرخین وسعت سلطنت کو بھی مغلیہ سلطنت کے زوال کا ایک اہم سبب قرار دیتے تھے۔ اورنگزیب کے عہد میں مغلیہ سلطنت اپنی عظمت کی آخری حد تک پہنچ گئی تھی اور اس کی حدود بہت وسیع ہو گئی تھیں۔ اس میں سارے برصغیر کے علاوہ کابل بھی شامل تھا۔ اتنی بڑی سلطنت کو سنبھالنے کے لئے بھی اورنگزیب جیسا قابل بادشاہ چاہئے تھا لیکن کوئی بھی بادشاہ اس قابل نہ ہو سکا کہ وہ اس وسیع سلطنت کو سنبھال سکے۔

صوبائی خود مختاری:

آخری مغل بادشاہوں کی کمزوری اور نااہلی اور مغل امراء کے باہمی حسد و نفاق کے باعث مغلیہ سلطنت کی مرکزی قوت کمزور، غیر موثر اور انتشار کا شکار ہو گئی۔ جس سے بہت سے صوبائی گورنروں نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ ابتدا میں دکن، بہار، بنگال اور اڑیسہ جیسے صوبے خود مختار ہوئے۔ بعد ازاں اودھ نے بھی خود مختاری اختیار کر لی۔ پنجاب پر سکھوں نے قبضہ کر لیا جنوب میں مرہٹوں نے اقتدار قائم کر لیا۔ اس طرح عظیم سلطنت پارہ پارہ ہو گئی۔

امراء کی لڑائیاں:

اورنگزیب کے بعد شاہی دربار سازشوں کا اور مغل امراء کی مختلف جتھہ بندیوں کا اکھاڑہ بن گیا تھا۔ اب مغل دربار میں بیرم خان، بھگوان داس، مان سنگھ، مہدار جیم خانمناں، راجنؤڈل، ابوالفضل، آصف جاہ، مہابت خان اور سعد اللہ جیسے مخلص، وفادار اور مدبر امراء نہ تھے جو نہ صرف مغل حکومت کے ستون تھے بلکہ جن کی کوششوں سے مغلیہ سلطنت مستحکم بنیادوں پر استوار ہوئی اور انتہائی عروج کو پہنچی۔ امراء گروہوں میں تقسیم ہو کر آپس میں ہی لڑنا شروع ہو گئے۔

بحریہ کی غیر موجودگی:

مغلوں کا یہ حیران کن پہلو ہے کہ انہوں نے کوئی بحری فوج قائم نہ کی۔ شروع سے ہی برصغیر پاک و ہند کے مسلم حکمرانوں کے ہاں بحری طاقت کا فقدان تھا۔ مغل بادشاہوں نے وقت کے بدلتے ہوئے تقاضوں کا ساتھ نہ دیا اور بحری طاقت کے قائم کرنے کی طرف کوئی

توجہ نہ دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دو برہمنی اقوام کے بحری بیڑوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور برہمنی اقوام نے اپنی بحری طاقت کے پیش رو سے چھ سلاخی بیڑوں میں قطعاً فتح پائی تو انھیں قائم کر لیں۔

برہمنی کمزوری:

برہمنی طاقت کے انحطاط نے بھی مغلیہ سلطنت کے زوال میں اہم کردار ادا کیا۔ ہندو اور انگریز مورخین برہمنی طاقت کے انحطاط کی اس دہائی اور گزریب عالمگیر کے سر قوس ہونے کا حال لکھتے ہیں۔ الزام سراسر غلط نہیں پر مبنی ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ مغلوں نے وقت کے ہاتھ ہونے چھڑوں کو نہ سمجھا اور جب یہ قانون حرب اور سب سے اہم بیڑوں کو نہ اپنایا۔ مغلیہ فوج اپنی کمزورتی تعداد اور قدیم قانون حرب میں مہارت کے عدم میں بہت زیادہ مغرور ہو گئی تھی اور اپنی برہمنی کمزوری کو چھپائے ہوئے تھی۔

ہندوؤں کی سازشیں:

ہندوؤں نے بھی مسلم حکومت کو دل سے تسلیم نہ کیا تھا بلکہ وہ مسلمانوں کو ہمیشہ اجنبی اور غاصب تصور کرتے رہے۔ سلاطین دہلی نے انہیں بڑے شہسیر دہائے رکھا لیکن اکبر نے انتہائی فراخ دلی سے کام لے کر اپنی روادارانہ پالیسی سے انہیں خاص طور پر اہمیت دی۔ اس نے ان کو آزادی دے کر ان کے خطیہ عزائم کی حوصلہ افزائی کی۔ اکبر نے انہیں اہم عہدوں سے نوازا کر اور شاہ جہان نے انہیں مزید مراعات دے کر اس قدر ہاتھ پیرا کر دیا کہ ان میں سیاسی شعور کے نام پر متعصبانہ مذہبی جڑیں پیدا ہو گئیں۔ جب اورنگزیب نے انہیں قانون کی حد میں رکھنے کی کوشش کی تو وہ حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے مغلوں کی مسلم حکومت کے خلاف ہر سازش میں حصہ لیا۔

نادر شاہ کا حملہ:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ خارجی اعتبار سے جس امر نے مغل سلطنت اور وقار پر کاری ضرب لگائی وہ نادر شاہ کا حملہ تھا، وسط ایشیا اور قفقاز کی تسخیر میں شاہ جہاں کی ناکامی سے مغلوں کی فوجی عظمت کا پل بھی کھل گیا تھا جس سے شمالی مغربی سرحد غیر محفوظ ہو کر رہ گئی اور ایرانی حملے کا خدشہ پیدا ہو گیا تھا۔ جوہر شاہ رگیلا کے عہد میں 1745ء میں نادر شاہ حاکم ایران کے حملے کی صورت میں ظاہر ہوا۔ نادر شاہ نے دہلی کی مغل حکومت کو بدترین نقصان پہنچایا۔

احمد شاہ ابدالی کے حملے:

نادر شاہ کے حملے کے بعد وہی سبھی کسر احمد شاہ ابدالی کے حملوں نے پوری کر دی اگرچہ احمد شاہ ابدالی نے اپنے ہاتھوں میں حملے کے دوران مرہٹوں کا قلع قمع کر دیا تھا۔ لیکن اس کے بعد اس نے اپنی حکومت قائم نہ کر کے برصغیر کی سیاست میں جو غلط پیدا کیا، اسے زوال پانے لگا۔ مغل خاندان کے کمزور اور نااہل چاہنیں پر نہ کر سکے اور انگریزوں نے میدان خالی پا کر معمولی سی عسکری طاقت کا مظاہرہ کر کے اپنا اقتدار قائم کر لیا، پانی پت کی تیسری جنگ 1761ء سے پہلے بھی احمد شاہ ابدالی نے بہت سے حملے کئے اور مغل حکومت کا بھرپور کال دیا۔

انگریزوں کی آمد:

مغلوں کی کمزوری اور پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کی شکست سے برصغیر کی سیاست میں جو غلط پیدا ہوا۔ انگریز قوم نے اس سے لوہ لاندہ اٹھایا۔ انگریز برصغیر پاک و ہند میں تاجروں کی حیثیت سے وارد ہوئے تھے لیکن انہوں نے شاطرانہ چالوں سے کام لے کر

عوام کی بے بسی، اسرا، کی خود فرشی اور نخل حکومت کے دورِ انحطاط سے قائمہ اٹھا کر نہ صرف یہاں نوآبادیاتی قائم تئیں لگا۔ نخل حکومت کا آخر کے پرستیر میں برطانوی تاج کا قتلہ قائم کر دیا۔ 1857ء کی جنگ آزادی کا کام ہوئی نخل سلطنت ختم کر دی آئی اور ہر ملک میں کرپشن

اقتدار قائم ہو گیا۔

شہزادوں کی خانہ جنگی:

اگر ایک سب سے بڑی وجہ تلاش کی جائے کہ مغلوں کو زوال کیسے آیا تو شہزادوں کی آپس کی خانہ جنگی سب سے بڑا سبب قرار پائے گی۔ اور مگر سبب عالمگیر کو اپنے بھائیوں کے ساتھ جنگیں لڑنا پڑیں۔ نخل فوج تقسیم ہو کر اپنے اپنے شہزادوں کے ماتحت ہو کر آج بھی میں ہی رونے لگ گئی۔ اس طرح مرکزی فوج تقسیم در تقسیم ہوتی چلی گئی۔ اور مگر سبب کے جانشین بھی فوج تقسیم کر کے آپس میں لڑتے رہے اور فوج کو زور سے کمزور تر ہوتی گئی۔ اگر مغلوں کی مرکزی فوج برقرار رہتی تو وہ کبھی بھی کسی بھی طاقت کو ختم کرنے کے قابل نہ تھی۔ تقریباً تمام نخل بادشاہوں کو اپنے بھائیوں کی فوجوں سے لڑنا پڑا۔ اس طرح اپنی ہی فوج کو قتل کرنا پڑا اور بھائیوں کو بھی قتل کرنا پڑا۔